خورشید احمد ندیم

سیکولرزم اور مذہب کی بحث

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

یہ اصطلاحیں ہیں جو گمراہ کرتی ہیں۔ میرا احساس ہے کہ اصطلاح ایک حجاب ہے جو فرد شناسی اور سماج شناسی کے راستے میں حائل ہو جاتا ہے۔

میں سوشل میڈیا پہ نہیں ہوں۔ اِس کی بازگشت لیکن اِدھر اُدھر سے سنتا ہوں۔ برادران وجاہت مسعود اور سبوخ سید کی ویب سائٹس دیکھ لیتا ہوں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ نظریاتی محاذ پر کیا معرکہ آرائی ہے۔ کبھی کبھی گمان ہوتا ہے کہ اس ملک میں 'سیکولر' اور 'مذہبی' نام کی دو مخلوقات پائی جاتی ہیں جو ذہنی اور حیاتیاتی ترکیب ہی میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جب ان تحریروں کے بین السطور جھانکتا ہوں تو گاہے یہ گمان ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی بات کہہ رہے ہیں۔ یہ اصطلاحیں ہیں جو دونوں کو ملنے نہیں دیتیں۔ مجھے اس موقع پر انسان اور جن کا وہ دل چسپ فرق یاد آتا ہے جو سرسید اور پرویز صاحب نے بیان کیا ہے۔ انھیں یہ ماننے میں تامل ہے کہ جن انسانوں سے الگ کوئی مخلوق ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ انسان اور جن دراصل ایک ہی مخلوق ہے۔ انس اسم صفت ہے جس سے مراد مہذب لوگ ہیں اور جن سے مراد وحشی، جنگلی اور غیر مہذب انسان ہیں۔ جنوں اور انسانوں کے اس فرق سے تو اتفاق مشکل ہے، لیکن پاکستان کے سیکولر اور مذہبی گروہوں کا فرق مجھے اسی نوعیت کا دکھائی دیتا ہے۔ ایک ہی جنس کے دو طبقات جو اصطلاحوں میں الجھ گئے۔

میرا خیال ہے یہ ابلاغ کی ایک مجبوری ہے۔ انسان اپنے خیالات موجود لغت اور اصطلاحوں ہی میں بیان کرتا ہے۔ الفاظ خیال کا پوری طرح احاطہ نہیں کر سکتے۔ اصطلاحیں شاید وضع بھی اسی لیے ہوتی ہیں۔ سیکولرزم ایک

اصطلاح ہے۔ یہ ایک نظریہ بھی ہے۔ بعض اوقات، لوگ جب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ زندگی کے فلاں فلاں معاملات، فی نفسہٖ مذہب کا موضوع نہیں ہیں، اس لیے انھیں مذہبی نہ بنایا جائے تو اس کے لیے سیکولر کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ ناقد اس کا مفہوم 'سیکولرزم' کے تناظر میں طے کرتے ہیں جو دراصل ایک نظریہ ہے۔

یہ مشکل نئی نہیں ہے۔ مسلم دنیا میں جہاں جہاں سماج، ریاست اور مذہب کا تعلق زیر بحث ہے، وہاں وہاں یہ قضیہ درپیش آیا۔ انڈونیشیا میں، مثال کے طور پر، اسی طرح ہوا جب ڈاکٹر نورخالص مجید نے یہی بات کہنے کی کوشش کی۔ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ دنیاوی معاملات بنیادی طور پر مذہبی نہیں ہوتے۔ یہ انسان کو ازل سے درپیش رہے ہیں۔ ان کے بارے میں انسانی تجربے اور عقل نے اس کی راہنمائی کی اور یہ ایک جاری عمل ہے۔ انھیں اسی حوالے سے سمجھنا چاہیے۔ انھوں نے اپنے ان خیالات کو دو مذہبی تصورات پر استوار کیا۔ ایک 'توحید' اور دوسرا 'خلافت اللہ فی الارض'۔ ان کا خیال تھا کہ الہامی حیثیت صرف توحید کی ہے۔ غیر اللہ کو، جن میں انسان کے قائم کردہ ادارے شامل ہیں جیسے، ریاست، انھیں بھی الہامی حیثیت دینا، شرک ہے۔ انسان دنیا میں اللہ کا خلیفہ ہے۔ ان کے خیال میں اس منصب کا تقاضا ہے کہ اس کا تخلیقی جوہر ہمیشہ سامنے آتا رہے۔ اسے وہ 'سیکولرائزیشن' سے تعبیر کرتے ہیں۔ انھوں نے ایک نعرے کی طرح اسے بیان کیا: 'اسلام: جی۔ اسلامی جماعت: نہیں'۔

۱۹۷۰ء کی دہائی میں جب انھوں نے یہ بات کہی تو ہنگامہ برپا ہو گیا۔ کہا گیا کہ وہ سیکولرزم کے حامی ہیں۔ اس پر انھیں وضاحت کرنا پڑی کہ سیکولرائزیشن سے مراد انسان کی آزادی فکر کو یقینی بنانا ہے، سیکولرزم کی بطور نظریہ توثیق نہیں۔ انھوں نے اپنی تائید میں، مسیحی الٰہیات کے بڑے فاضل ہاروے کوکس (Harvey Cox) کی بیسٹ سیلر کتاب سیکولر سٹی (The Secular City) کا حوالہ دیا جس میں انھوں نے سیکولرزم اور سیکولرائزیشن کے فرق کو واضح کیا ہے۔ زیر بحث مسئلے میں اس کتاب اور مصنف کی اہمیت اس سے واضح ہے کہ سیکولرزم کی اصطلاح نے مسیحیت کے پس منظر میں جنم لیا تھا۔ کوکس کے خیال میں سیکولرائزیشن ایک سماجی عمل ہے جس کے بہت سے پیرہن ہیں۔ ہر لبادے یا پیرہن کا تعلق ایک خطے کی سیاسی اور مذہبی تاریخ سے ہے۔ یہ دراصل آزادی فکر کی ترقی (liberating development) ہے۔ ان کے خیال میں یہ سیکولرزم سے بالکل مختلف عمل ہے جو ایک نیا مذہب ہے جس کے اپنے لگے بندھے اصول ہیں۔ نورخالص مجید کا کہنا ہے کہ جب وہ انڈونیشیا کے مسلم سماج کی سیکولرائزیشن کی بات کرتے ہیں تو ان کی مراد دنیاوی معاملات کو مذہبی تقدس سے آزاد کرنا (desacralization) ہے، معاشرے کو سیکولرسٹ بنانا نہیں۔ (علم کی دنیا میں مسلمان اور اسلامسٹ دو مختلف اصطلاحیں ہیں۔ اسی طرح سیکولر اور سیکولرسٹ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بھی الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں۔

سیکولرزم کو نیا مذہب کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مذہب کی طرح کچھ نتائج فکر کو قبول کرنے پر اصرار کرتا ہے جن میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ جیسے وہ جمہوریت کی ایک خاص تعبیر 'لبرل ڈیموکریسی' کو ماننے پر مصر ہے۔ اگر کسی خطے کے لوگوں کی اکثریت اس پر متفق ہو جائے کہ وہ ریاست کے قوانین کو مذہب کی روشنی میں ترتیب دیں گے تو وہ اس جمہوریت کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔ اگر پارلیمنٹ یہ فیصلہ کر دے کہ عوامی مقامات پر شراب نوشی منع ہے تو وہ مذہبی گروہوں کی طرح پارلیمنٹ کے اس حق کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اس کے خیال میں یہ انسانی حقوق کے اس تصور سے متصادم ہے جسے وہ درست سمجھتے ہیں۔ یہی رویہ مذہبی طبقات کا بھی ہوتا ہے کہ وہ پارلیمنٹ کے منظور کردہ حقوق نسواں قانون کو مسترد کر دیتے ہیں جو ان کے مذہبی تصورات کے خلاف ہے۔ مذہبی رویہ کیا ہے؟ چند نتائج فکر پر اصرار اور ان سے مختلف کسی تعبیر کو ماننے سے انکار۔ جب سیکولرسٹ یہی رویہ اپناتے ہیں تو سیکولرزم بھی ایک مذہب بن جاتا ہے۔

پاکستان میں مذہبی طبقات کی انتہا پسندی سے تنگ آئے ہوئے بعض پرجوش نوجوان، مجھے خدشہ ہے کہ سیکولرزم اور سیکولرائزیشن کے فرق سے واقف نہیں۔ میرا تاثر ہے کہ وہ جو بیانیہ سیکولرزم کے نام سے پیش کر رہے ہیں، دراصل سیکولرائزیشن کا بیانیہ ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ سماج کو کسی ایک طبقے کا فکری یرغمال نہ بنایا جائے۔ معاشرے میں فکری آزادی ہو۔ لوگوں کو یہ حق ملنا چاہیے کہ وہ اپنے لیے من پسند طرز زندگی کا انتخاب کریں۔ وہ جس طرح یہ نہیں چاہتے کہ کوئی مذہبی تعبیر ان پر بالجبر نافذ کی جائے، اسی طرح وہ اس کے بھی خلاف ہیں کہ کوئی غیر مذہبی یا سیکولر تعبیر بھی ان پر زبردستی نافذ ہو۔ مجھے خدشہ ہے کہ اگر اس بات کو سیکولرزم سے الگ کرتے ہوئے نہ سمجھا گیا تو نوجوان نسل ایک نئے فکری بحران میں مبتلا ہوسکتی ہے۔ پہلے خدا کے نام پر ان کا استحصال ہوا، اب آزادی کے نام پر انھیں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اس خدشے کا سبب وہی خلط مبحث ہے جو اصطلاحوں کے باعث وجود میں آیا ہے۔ اصطلاحیں فلسفیانہ تعبیر رکھتی ہیں اور سماجی بھی۔ سماجی مفاہیم لغت کی کتابوں سے نہیں، انسانی رویوں سے طے ہوتے ہیں۔ پاکستانی سماج اگر آزادی فکر کے کسی عمل سے گزرتا ہے جسے کوکس یا نور خالص مجید (liberating development) یا سیکولرائزیشن سے تعبیر کرتے ہیں تو یہ عمل ہمارے مذہبی اور تاریخی پس منظر کا پابند ہوگا۔ یہ پس منظر اس عمل کو جو مفہوم دے گا، وہ مقامی ہوگا۔ مصر اور انڈونیشیا جیسے ممالک میں یہ عمل کئی عشروں سے جاری ہے۔ ہمارے ہاں اب شروع ہوا ہے۔ اس

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کا سبب شاید یہ ہے کہ وہ معاشرے ان تجربات سے برسوں پہلے گزر چکے جن سے ہم آج دوچار ہیں۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا دانش ورقدرے تاخیر سے بیدار ہوا ہے۔

خوش آیند یہ ہے کہ اس بحث کا آغاز ہو چکا۔ اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے۔ میں آزادی فکر و عمل کا حامی ہوں۔ میرے نزدیک یہ اس الہامی منصوبے کا ناگزیر تقاضا ہے جو قانون آزمایش کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے۔ اس پر قید لگانا، دراصل وہ کام اپنے ہاتھ میں لینا ہے، جو خدا نے قدرت رکھتے ہوئے بھی، اپنے لیے پسند نہیں کیا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com